© rasailojaraid.com

مہاجرین وانصار کے شوریٰ کی شرعی حیثیت اور انتخاب خلیفہ کا فتویٰ پیش کرتے ہیں۔ یہ اس فرمان کا اقتباس ہے جو آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کے نام تحریر فرمایا تھا۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں علیؓ کی بات

یہ واضح شہادت عینی، صداقت بیانی اور فصاحت حیدری کا مظہر ہے(إنه بايعني القوم الذين بايعوا أبابكرؓ و عمرؓ و عثمانؓ على ما بايعوهم عليه ،فلم يكن للشاهد أن يختار ولا للغائب أن يرد وإنما الشورىٰ للمهاجرين والأنصار، فإن اجتمعوا على رجل و سموه إماما، كان ذٰلك لله رضا)(نهج البلاغة)

"بیشک میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے، جنہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی بیعت کی تھی، اور بیعت بھی اس بات پر کی ہے، جس پر ان تینوں کی بیعت کی تھی، اس لئے حاضر کو اپنی مرضی چلانے کا کوئی اختیار نہیں، اور غائب اسے رد کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ شوریٰ کا حق صرف مہاجرین وانصار کو حاصل ہے۔ اگر وہ کسی شخص کے بارے میں اتفاق کریں اور اس کو اپنا امام مقرر کریں تو اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہے۔

بس یہی وہ اصول خلافت تھا، جسکی بنیاد پر آپ رضی اللہ عنہ اپنی شہادت تک سریر آرائے خلافت ہوئے۔ اور یہی وہ نظام شوریٰ تھا، جس کی بنیاد پر آپ منتخب ہوئے۔ اس فرمان سے آپؓ کے پیشرو خلفاء عظامؓ کی عظمت و امامت بھی روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اور حضرت حسنؓ کے اس مصالحانہ کردار کی بھی توثیق ہوتی ہے، جس کی بشارت خود نبی اکرم ﷺ نے عطا فرمائی تھی (بخاری کتاب المناقب)۔

چشم بصیرت اور عقل سلیم رکھنے والوں کیلئے آپ رضی اللہ عنہ کا یہ کلام کافی وشافی ہے۔ ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

زمین پر تم اٹھاتے ہو جو فتنے، سوچ لو اتنا
پکار اٹھی زمین تو، آسمان تک بات پہنچے گی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درس قرآن مجید

محمد ابراہیم محمد اکبر

﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًاوَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ o وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ o اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ o﴾

(البقرة ١٠ ١٢)

ترجمہ: "ان کے دلوں میں (کفر) کا مرض تھا، اللہ نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ مچاؤ، تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ یاد رکھو بلاشبہ یہی لوگ مفسد ہیں، لیکن شعور نہیں رکھتے۔"

تشریح:

فی قلوبهم مرض : مرض : بیماری۔ بیماریاں دو قسم کی ہوتی ہیں جسمانی اور روحانی، جسمانی بیماری سے بدن میں خرابی اور نقص پیدا ہوتا ہے، اور روحانی بیماری سے اخلاق و سلوک بگڑتے ہیں اور ضمیر کو روگ لاحق ہو جاتا ہے۔ روحانی امراض کے مظاہر و اثرات بے شمار ہیں، لیکن در اصل ان تمام بیماریوں کی جڑ شبہات اور شہوات ہیں۔

"شبہات" یعنی اللہ پاک کی ذات و صفات اور اس کے احکام شریعت پر شک و شبہ : یہ شیطانی وسوسوں کے اثر سے پیدا ہوتے ہیں، جس سے کفر، تکذیب اور الحاد جنم لیتے ہیں۔ اور جب اس کے ساتھ شہوات میں سے دنیاوی منفعت کا حصول اور اعلانیہ مخالفت پر مرتب ہونے والی دنیاوی مضرت سے بچاؤ کی خواہش کا اضافہ ہو جائے، تو نفاق کا روپ دھار لیتی ہے۔

"شہوات" یعنی نفسانی خواہشات :

شیطان کی جدوجہد اور تزئین باطل انسان کا ایمان کمزور کر کے عارضی دنیاوی شہرت، لذت یا منفعت کی خاطر اللہ کے احکام کی مخالفت کرواتی ہے، انہیں شرعی اصطلاح میں معصیت کہا جاتا ہے۔

شبہات اور شہوات کے غلبے سے پیدا ہونے والے روحانی روگ انسان سے اسکی انسانیت چھین کر اسے دنیا میں ﴿کالأنعام بل هم أضل﴾ (الاعراف / ۱۷۹) یعنی جانوروں سے بدتر زندگی اور آخرت میں دردناک عذاب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوچار کرادیتا ہے۔

ان دونوں بنیادی امراض میں شبہات کا مرض زیادہ مہلک ہوتا ہے، اسکے اثرات زیادہ دیرپا ثابت ہوتے ہیں۔ جبکہ شہوات سے مغلوب کلمہ گو شخص کے سدھرنے کے امکانات زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو خطاکار گردانتا ہے۔ اس کی نجات کے لئے جاں بلب ہونے سے قبل کسی بھی لمحے غافل ضمیر میں بیداری کی لہر دوڑ جانے کی دیر ہوتی ہے۔

زیر درس آیت میں مرض سے مراد "شبہات" سے پیدا ہونے والے امراض یعنی عقائد کی بیماریاں ہیں۔ فرمایا ''ان کے قلوب مریض ہیں'' کیونکہ یہ توفیق خیر اور تائید الٰہی سے خالی ہیں، یہی معنی ابن فارس اللغوی سے بھی منقول ہے: '' المرض كل ما خرج به الإنسان عن حد الصحة من علة أو نفاق أو تقصير في أمر''(القرطبی ۱/۱۹۲) ۔

الغرض یہ لوگ شک ونفاق، ریاکاری اور مؤمنوں سے حسد وبغض وغیرہ کے امراض قلبیہ میں مبتلا تھے ہی، اب اسلامی اقتدار کی روز افزوں ترقی سے مزید جل بھن رہے ہیں۔ ایک بیماری یہ کہ دین اسلام کو ناچار قبول کرنا پڑا، اور دوسری بیماری اللہ تعالی نے یہ زیادہ کردی کہ حکم دیا جہاد کا، جن کے یہ خیر خواہ تھے ان سے لڑنا پڑا، **فزادهم الله مرضا**: (ف) اشارہ کرتا ہے کہ آگے جو ذکر ہوگا، وہ مذکورہ بیماریوں کا ثمرہ اور نتیجہ ہوگا، اسے فاء سببیہ کہتے ہیں۔

یہاں حکمت الٰہی کا بیان ہے کہ اللہ تعالی معصیت کے مرتکبین کیلئے معصیت مقدر کرتا ہے، اور ان کے سابقہ گناہوں کے باعث ان کو مزید گناہوں میں مبتلا کرتا ہے، جو ان کیلئے موجب سزا وعقاب بنتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿ **ونقلب أفئدتهم وأبصارهم كما لم يؤمنوا به أول مرة**﴾(الأنعام: ۱۱۰) ''اور ہم ان کے دل اور نظریں (حق سے) پھیر دیں گے، جس طرح وہ اس پر پہلی بار ایمان نہ لائے تھے''۔ اور فرمایا ﴿**فلما زاغوا أزاغ الله قلوبهم**﴾ (الصف: ۵) ''جب وہ کج روی کرنے لگے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ہی ٹیڑھا کردیا''۔ نیز ارشاد ہے ﴿**وأما الذين في قلوبهم مرض فزادتهم رجسا إلى رجسهم**﴾ (التوبة: ۱۲۵) ''اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی (قرآنی سورہ) نے ان کی پلیدی پر اور نجاست بڑھادی''۔ سو معصیت کی سزا مزید گناہوں میں مبتلا ہونا ہے، جیسا کہ عمل صالح کے بجالانے کے بعد مزید نیکیوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، ارشاد الٰہی ہے :﴿**والذين اهتدوا زادهم هدى وآتاهم تقواهم**۝﴾(محمد: ۱۷) ''اور ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مزید برکت عطا کی اور انہیں تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق دی''۔

منافقین کیلئے یہ سزا وعقاب ,, الجزاء من جنس العمل،، کے قاعدہ کے عین مطابق ہے (تفسیر ابن کثیر ۱/۷۸) منافقین کیلئے ,,عذاب الیم،، دردناک عذاب ہوگی۔ جبکہ کافروں کیلئے ,,عذاب عظیم،، بڑا عذاب تیار ہے، کیونکہ منافق کفر کے ساتھ ساتھ دھوکہ بازی اور جھوٹ کا بھی مجرم ہے، اس لئے ان کو ,, عذاب الیم،، ہوگی۔ (درس قرآن ۱/۲۹)۔

وإذا قيل لهم لاتفسدوا في الأرض: اس آیت کریمہ میں منافقین کی ایک اور بدترین چال کو طشت ازبام کیا گیا ہے، فساد، اصلاح کی ضد ہے، اور اس کا معنی ہے: استقامت سے ہٹ جانا۔ یہاں فساد سے مراد ہے کفر و معصیت کا ارتکاب، حضرت ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و دیگر صحابہؓ کرام کی ایک جماعت سے یہی منقول ہے۔ حضرت الربیع، ابوالعالیہ وغیرہ کا قول ہے (يقول الله: لاتعصوا في الأرض، قال: فكان فسادهم ذلك معصية الله جل ثناء ه، لأن من عصى الله في الأرض أو أمر بمعصية فقد أفسد في الأرض، لأن صلاح الأرض والسماء بالطاعة) (المصباح المنيرفي تهذيب ابن كثير/ ۳۰ والطبرى ۱/۱۸۲) ''اللہ پاک فرماتے ہیں کہ زمین میں گناہ مت کرو۔ تو ان کا فساد اللہ جل شانہ کی نافرمانی ہے، کیونکہ جس کسی نے زمین میں اللہ کی نافرمانی کی، یا اس نے دوسروں کو معصیت کا حکم دیا تو یقیناً اس نے زمین میں فساد مچایا۔ کیونکہ زمین و آسمان کی اصلاح اطاعت الٰہی سے ہی ہوتی ہے''۔

نیز فساد سے مراد یہ بھی لیا گیا ہے کہ یہ منافقین مؤمنوں کے راز کافروں تک پہنچاتے اور کافروں سے دوستی بھی رکھتے تھے، اس پر مستزاد ستم ظریفی یہ کہتے ہیں:

إنما نحن مصلحون: ہم تو محض اصلاح کرنے والے ہیں'' سو فساد پھیلانے والے عمل کرکے دعوی اپنے مصلح ہونے کا کرتے، اس طرح حقیقت کو توڑ موڑ کر پیش کرتے، درحقیقت اِن لوگوں کا جرم اُن لوگوں سے زیادہ سنگین ہے، جو معصیت کا مرتکب تو ہوتے ہیں، لیکن اسے جائز نہیں گردانتے، بس یہ گروہ سلامتی کے زیادہ قریب ہے، اور ان سے سچی توبہ کی امید بھی کی جاسکتی ہے، جبکہ اس گروہ نے پیکر اصلاح اور مجسمہ اخلاص ہونے کا جھوٹا دعوی کیا، اور اس ضمن میں مؤمنین کو غیر مصلح ثابت کرنے کی مذموم کوشش بھی کی، اللہ تعالی نے ان کے دعوی کو زوردار الفاظ میں رد فرمایا:

ألا إنهم هم المفسدون: ''یعنی ان لوگوں سے بڑھ کر مفسد اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالی کی آیات کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ کفر کرے، اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکے، اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکا دے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے دوستی بڑھائے، اور بزعم خویش اسے اصلاح قرار دے، کیا اس سے بڑھ کر اور بھی کوئی افساد ممکن ہے؟ (تفسیر سعدی ۱/۳۳) بلاشبہ فساد فی الأرض میں یہ بھی شامل ہے کہ مؤمن کافر کو اپنا دوست بنائے۔ ارشادِ الٰہی ہے ﴿والذین کفروا بعضهم أولياء بعض إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد كبيرo﴾ (الأنفال:۷۳) ''کافر لوگ ایک دوسرے کے دلی دوست ہیں۔ (اے مومنو) اگر تم بھی ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ رونما ہوگا۔ اور بڑا افساد برپا ہوگا''۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومنین کا کافروں سے دوستی و موالات حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿ياايها الذين امنوا لا تتخذوا الكافرين اولياء من دون المؤمنين اتريدون ان تجعلوا لله عليكم سلطاناً مبيناً o﴾ (النساء ١٤٤) ''اے اہل ایمان اپنے مومن بھائیوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست مت بناؤ، کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ پاک کو انتہائی واضح برہان پیش کریں؟''

نیز فرمایا ﴿ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار ولن تجد لهم نصيراًo﴾ (النساء ١٤٥) ''یقیناً منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور آپ ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار (شفاعت کرنے والا) نہ پائیں گے''۔

یقیناً منافق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ، دینِ اسلام اور مؤمنین کا دشمن ہے، مفسد ہے، دغاباز ہے، گویا انہوں نے اپنے قول و فعل میں حقیقت کے خلاف مظاہرہ کر کے مسلمانوں کو دھوکا دیا اور کافروں سے دوستی پختہ کی۔ اس طرح یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے بدترین اور خطرناک دشمن بنے۔ ان تمام برائیوں کے باوصف یہ مسلمانوں کے صفوں میں شامل ہوتے تھے۔ اگر یہ اعلانیہ کافر ہوتے تو ان کا ضرر نسبتاً کم ہوتا۔ (ابن کثیر ۳۰/۲)۔

یہ آیت کریمہ اگرچہ ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود تھے، لیکن (العبرة بعموم اللفظ لابخصوص السبب) کے مطابق حقیقت یہ ہے کہ یہ صفت تا قیامت آنے والے ہر منافق کو شامل ہے۔ (تفسیر طبری ۱۸۳/۱)

امام شوکانیؒ نے ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم کے حوالے سے نقل کیا ہے: عن سلمان انه قرأ هذه الاية فقال: ''لم يجئ اهل هذه الآية بعد'' ۔قال ابن جرير ''يحتمل أن سلمان أراد بهذا أن الذين يأتون بهذه الصفة أعظم فساداً من الذين كانوا في زمن النبي ﷺ ، لا أنه عنى أنه لم يمض ممن تلك صفته أحد'' (فتح القدير للشوكاني ٤٣/١) یعنی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ

© rasailojaraid.com